خوشحال خان خٹک کی علم فلکیات میں دلچسپی

جمیل یوسفزئی*

Abstract

Being a poet, Khushal Khan Khatak took great interest in the field of Astronomy which is an extraordinary component of natural science that deals with the study of celestial objects such as stars, planets, comets, nebulae, star clusters and galaxies and phenomena that originate outside the atmosphere of Earth. This article thoroughly described the interests of Khushal Khan in the field of astronomy and its related circles. He pointed out the significance of astronomy and its impact on the life of living beings in general and mankind in particular.

تعارف

کہا جاتا ہے کہ علم فلکیات دُنیا کا قدیم ترین علم ہے۔ شروع شروع میں بھولا بھالا انسان، چاند، ستاروں سے روز مرہ کے کاموں میں عام مدد لیتا تھا۔ دن میں سورج کی تمازت اور اندھیری راتوں میں چاند کی چمک دمک ہمیشہ سے انسانوں کا مرکز توجہ بنی رہی۔ ستاروں کو دیکھ کر سمتوں کا تعین بھی اسے کار آمد لگا۔ چونکہ قدیم انسان کے مشاغل بہت کم تھے، اس کے سامنے بسیط آسمان اور اس پر جگمگاتے ستارے، کبھی کبھار ستاروں کا ٹوٹنا، دمدارستاروں کا ظہور، یہ ایسے تماشے تھے کہ اس کی توجہ کو بھٹکنے نہیں دیتے تھے۔

کارآمد ہونے کے ساتھ ساتھ اجرام سماوی، خیرہ کن اور حیران کن چیزیں تھیں۔خصوصاً برف باری اور بارشوں کے بعد بادلوں کا کھل جانا، صاف اور روشن آسمان کے نظارے، دھوپ اور روشنی، موسموں کا تغیر و تبدل، علم فلکیات کے آغاز میں ممدومعاون رہا۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، شیوا،صوابی،خیبر پختونخواہ۔

موسموں کی ادلتی بدلتی حالت، شکار اور فصلوں کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ انسان ستارہ شناس ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ کچھ ہوشیار لوگوں نے علم فلکیات کو قلب منفعت کا ذریعہ بنایا۔ یہاں پر علم فلکیات کا ایک اور مصرف پیدا ہو گیا جسے عرف عام میں علم نجوم کہتے ہیں۔ اس لئے ہم علم فلکیات Astronomy اور علم نجوم Astrology میں امتیاز روا رکھنے کیلئے یہی اصطلاحات کام میں لائیں گے۔ اگرچہ مختلف تہذیبوں میں ان علوم کے مختلف نام رہے ہیں مثلاً جیوتش، علم ستارہ گان، علم سیارہ گان، علم ستارہ شناسی، کوکب شناسی وغیرہ۔ فلکیات کو علم ہیئت بھی کہتے ہیں۔ ستارہ شناس یا فلکیات دان، ہیئت دان بھی کہلاتا ہے ہیئت دان انگریزی میں Astronomer کہلاتا ہے۔

فُلک (ف ل ک) عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی گول جسم کے ہیں جبکہ فلک (ف ل ک) کے معنی تیرنے والے کے ہیں۔ چونکہ زمانہ قدیم سے انسان کا تصور رہا ہے کہ آسمان گول اور اوندھا پڑا ہوا ہے، اس لئے عربی میں فلک کہنے لگے۔عربی لفظ سماء بھی معروف نام ہے لیکن سماء کے معنی، اوپر کے ہیں، جس کی جمع سموات قران مجید میں بار ہا استعمال ہوئی ہے۔ فلک کی جمع افلاک ہے اس وجہ سے علم فلکیات کو علم الافلاک بھی کہا جاتا ہے۔

مختلف زمانوں میں علم فلکیات، علم نجوم کا کام دیتا رہا ہے لیکن مروجہ معنوں میں کوئی منجم یا نجومی فلکیات دان کے برابر نہیں رہا ہے۔ اگرچہ قرون وسطیٰ میں منجم کے معنی علم فلکیات کے ماہر کے تھے، مثلاً خیّام نیشا پوری، البیرونی، الغ بیگ سمرقندی منجّین کے القاب سے آراستہ تھے۔ طبیب کا لفظ بھی کبھی کبھار پیشن گو اور منجم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ آریائی زبانوں میں ستارہ کیلئے کم و پیش ایک جیسے الفاظ ملتے ہیں۔ ستارہ(star)، اور پشتو لفظ ستورے(store) کی اصل ایک ہے۔ البتہ سیارہ عربی ہے جسکے معنی چلنے والے کے ہیں۔ ستاروں اور سیاروں میں عام ناظرین کیلئے یہی فرق سمجھ میں آنے والا ہے کہ سیارے اپنی جگہ بدلتے ہیں اور ستارے نہیں بدلتے، یہی وجہ ہے کہ ستاروں کیلئے عربی میں ثوابت کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی محکم اور جمے ہوئے کے ہیں۔

علم فلکیات کی ابتداء

چھٹی صدی قبل مسیح میں مصر اور بابل کی عظیم تہذیبیں روبہ زوال تھیں لیکن ان کے پروہتوں اور پجاریوں نے اپنے معبدوں میں علم وفن کی شمع روشن کر رکھی تھی۔ بابل کے صابیئن (ستارہ پرست) اندھیری راتوں کو مندروں کے میناروں پر بیٹھ کر سیاروں کی گردش کا مشاہدہ کیا کرتے تھے کیونکہ وہ انہیں دیوتا سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو ان کے احوال سے، باخبر رکھنا چاہتے تھے۔ ان مشاہدات سے

انہوں نے علم ہیئت کے اصول مرتب کئے، ان کی ہیئت آخر تک مذہب سے آزاد نہ ہو سکی۔ بہر حال وہ سورج گرہن، چاند گرہن کی صحیح پیش گوئیاں کرنے پر قادر تھے۔ [۱]

دریائے نیل کی پابندی اوقات کی بدولت انسان کو تقویم سازی کا ہنر ہاتھ آیا اور اہل مصر نے ۴۲۴۱قبل مسیح میں دُنیا کی پہلی جنتری بنائی۔ اس عہد میں وہاں کے نجومی اپنے مشاہدے کی بناء پر اس نتیجے پر پہنچے کہ ستارہ شعرائے یمانیSirusہر سال طلوع آفتاب سے ذرا پہلے ٹھیک اسی دن افق پر نمودار ہوتا ہے جس دن سیلاب شروع ہوتا ہے۔چنانچہ انہوں نے سال کو ۳۶۵ دنوں اور تیس تیس دن کے بارہ مہینوں میں تقسیم کیا، جو پانچ دن بچ رہے۔ ان کو جشن نوروز کیلئے مخصوص کر دیا۔ ستارہ شعرائے یمانی کو انہوں نے افزائش و محبت کی دیوی ازلیس سے تعبیر کیا۔[۲] مصری تقویم کا تعلق چاند سے تھا۔ جبکہ بابلی کیلنڈر شمسی تھا قمری تقویم کا حساب آسان مگر کئی لحاظ سے ناقص سمجھا جاتا ہے۔ تاریخی اسناد کی روشنی میں طالیس ملطی (۶۴۴ق۔م تا ۵۵ق۔م)پہلا ہیئت دان شمار ہوتا ہے۔ اس کی شہرت(۵۸۵ق۔م)سورج گرہن کی وجہ سے ہوئی ۔طالیس فلسفہ نجوم کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔ عہد قدیم کے ساتھ داناؤں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس کی موت فلکیات کے مشاہدے کے وقت گرنے سے ہوئی تھی ۔[۳] ہیروڈوٹس نے طالیس ملطی کی بہت تعریف لکھی ہے دراصل اس قسم کی پیش گوئی بابلیوں کے نزدیک محیرالعقول نہیں تھی لیکن چونکہ اس سورج گرہن کے وقت یونانیوں اور ایرانیوں کے درمیان جنگ ہو رہی تھی اس وجہ سے طالیس ملطی کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی، حالانکہ طالیس ملطی نے فلکیات کا علم بابلیوں سے سیکھا تھا۔چنانچہ پروفیسر کرک اور پروفیسر رے ون نے فلاسفہ قبل ازسقراط میں لکھا ہے۔ [۴]

بابلی پروہتوں نے سورج گرہن کلی اور جزوی کے بارے میں کم از کم(۷۲۱ق ۔م) سے مذہبی ضروریات کے تحت پیشن گوئیاں شروع کر رکھی تھیں۔ ایشیائے کوچک کے بعد علوم کا مرکز یونان ہو گیا۔ یونان کے بطلیموسی خاندان (مصر)نے فلکیات میں زبردست دلچسپی لی۔ ایران والوں نے شاید جنگوں کے دوران میل جول کی وجہ سے یونان اور آیئونا سے علم ہیئت سیکھا۔ بعد میں قلمروئے ایران میں علم فلکیات کا چرچا ہوا حتیٰ کہ بعد ازاسلام ایران میں فلکیات پر جو کام ہوا اس کی نظیر ساری دُنیا میں نہیں ملتی۔

معلوم تاریخ میں ہپارکس (یونانی)نے سب سے پہلے ستاروں کی پہچان پر(۱۲۰ق۔ م)میں کتاب لکھی۔ جن مجامع النجوم کی تحدید دتعریف اس نے لکھی ہے آج تک ان میں کوئی فرق نہیں آیا۔[۵]

بطلیموس کی فلکیات کا ترجمہ مسلمانوں نے المجسطی کے نام سے کیا۔ یہی کتاب صدیوں تک مسلمانوں کے ہاں مروج رہی۔

مختصر یہ کہ دنوں، مہینوں اور سیاروں کے نام اور مقامات بابلی تہذیب کے رہین منت ہیں۔ بابلیوں نے مجامع النجوم، بروج آسمانی اور موسمی تہواروں کا تعین کیا جو بعد میں بھی اسلامی حکومتوں کے دوران قائم رہا۔ زیچ (Zodic)یونانی لفظ، zoon (ذی حیات)سے نکلا ہے۔ شاید انہوں نے ارامی یا سومیری سے اس لفظ کی تعبیر لی کیونکہ تمام بروج ما سوائے ایک کے، حیوانی اشکا ل اور ناموں سے مزیّن ہیں۔

اسلامی دور

عہد اسلامیہ کے اوائل میں ستاروں اور ستارہ پرستوں کے متعلق دین اسلام کا موقف نہایت واضح رہا۔ چنانچہ قرآن کریم کے نزول کے وقت جزیرۃ العرب میں ایک فرقہ صابئین کا بھی تھا۔ اس فرقہ کے متعلق تو بہت سی روایات ہیں۔ البتہ اس امر پر اکابرین اسلام کا اتفاق رہا ہے کہ اس فرقہ کے متبعین ستاروں کو مقدس خیال کرتے تھے۔ قرآن کریم میں صابئین کا ذکر (پارہ۶۲۔آیت۲)میں آیا ہے امام راغب نے لکھا ہے کہ یہ لوگ حضرت نوحؑ کے دین کے پیروکار تھے۔ ھیسٹنگز کا خیال ہے کہ یہ درحقیقت الکیسائی فرقہ کا دوسرا نام ہے اور یہ یہودیت کی ایک شاخ تھا۔ الکیسائی ان کے روحانی مقتدا کا نام تھا۔جس نے اپنی الہامی کتاب Sobiai (صوبیائی) نامی جانشین کے سپرد کی تھی۔ جس کی وجہ سے اس فرقہ کے لوگ صابئین کہلانے لگے۔ جزیرۃ العرب میں یہ فرقہ ستارہ شناسی کے لئے مشہور تھا۔ ۶

قرآن عظیم الشان نے بابل کے علم ہیئت کی تصدیق حضرت ابراہیم کی تمثیل میں کی ہے۔ ونظرنظرۃ فی النجوم ۸۸ فقال انی سقیم ۸۹ ترجمہ:۔ تب انہوں نے ستاروں کی طرف نظر کی اور کہا میں تو بیمار ہوں ۔۷

سورۃالاانعام میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کے والد کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا، اس میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے ستارے کو دیکھا تو اسے پروردگار کہا، لیکن وہ ڈوبا تو کہا کہ ڈوبنے والا خدانہیں ہوسکتا، پھر چاند کو دیکھا اور اس کے ڈوبنے پر اسے بھی رد کر دیا۔ اس طرح سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو اسے رب کہا، مگر جب یہ سب سے بڑا ستارہ رب ڈوبا تو کہا میں ڈوبنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔۷

ان تماثیل سے قرآن کریم نے اس حقیقت کو واشگاف کیا ہے کہ سورج، چاند، تارے خدا کی مخلوق ہیں اور پوجنے کے لائق نہیں، البتہ ان مثالوں سے یہ سراغ ملتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں اجرام سماوی کی کیا قدرومنزلت تھی؟ اجرام سماوی کو ماننا، پوجنا یا ان سے استمداد، دین اسلام میں ممنوع ہے۔ چنانچہ *زادالمعاد* میں درج ہے، جو کسی نجومی کے پاس آیا اور اس نے کچھ صدقہ یا عطیہ اس کی باتیں سُن کر دیا، اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ نجومی، قرعہ انداز، پانسہ پھینکنے والا، رمال اور کاہن، اسی طرح وہ تمام لوگ جو غیب کی باتیں بتاتے ہیں انہیں عطیہ یا اجرت دینا حرام ہے۔ بعض صحابہ نے نبیﷺ کی خدمت میں عرض کیا، ''کیا یہ کاہن اور نجومی جو باتیں بتا دیتے ہیں ان میں کچھ واقع ہو جاتی ہیں اور کچھ نہیں''۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ ''یہ از جہت شیطان ہے، وہ کبھی کوئی ایسی بات بتا دیتے ہیں'' جو سچ پر ہوتی ہے، وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ اور ملا دیتے ہیں۔ لوگ اس ایک سچ کی وجہ سے ان جھوٹی باتوں کی بھی تصدیق کرنے لگتے ہیں''۔۹

بلاشبہ عالم علوی کا عالم سفلی کے ساتھ ایک تعلق ہے، لیکن کہانت، نجوم اور پیشگوئیوں پر یقین رکھنا، دائرہ اسلام میں نہیں آتا کیونکہ یہ باتیں ازقسم تیقنات نہیں ہیں ۔البتہ موسمی پیشگوئیاں تو عام کسان اور کاشتکار بھی کر سکتا ہے، لیکن ان میں بھی کبھی صحت اور کبھی عدم صحت شامل ہوتا ہے۔ دین اسلام میں رویا اور ان کی تعبیر بشرطیکہ معبر، پاکباز، صاحب نظر اور عالم ہو جائز ہے۔

عرب کے بدو پیغمبر اسلام سے سورج، چاند، وغیرہ کے متعلق پوچھتے، خصوصاً چاند کے متعلق۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے۔ ''وہ آپ سے چاند کے چھوٹا بڑا ہونے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ ---۔ان سے کہہ دیجیے کہ لوگوں کے حساب کتاب میں سہولت کی خاطر اس کی ادلی بدلی حالتیں ہیں''۔

گرم خطوں کے ممالک عموماً چاند کا حساب رکھتے ہیں کیونکہ وہ روشن راتوں میں سفر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں شعراء، (ستارہ) کا ذکر آیا ہے چونکہ شعراء (ستارہ) رہنمائی کرنے والا تھا اسلیے اس کا ذکر مناسب مقام پر آیا ہے۔عربوں کے ہاں شعرا کی کئی قسمیں ہیں۔ شعرائے یمانی، شعرائے شامی وغیرہ۔ سبط حسن نے جس شعرائے یمانی کا ذکر کیا ہے وہ ہمارے Dugster (سُھیل) سے الگ چیز ہے، کیونکہ اس کا طلوع جولائی میں ہوتا ہے، جبکہ سُھیل اکتوبر میں نکلتا ہے۔

ستارے کو قرآن میں طارق بھی کہا گیا ہے، یعنی رستہ بتانے والا۔

قرآن عظیم الشان میں، چاند ستاروں، سورج اور گرہن کے واقعات، عبرت آموزی کے طور پر مذکور ہیں۔ قرآن و سنن میں کہیں بھی اجرام سماوی پر یقین رکھنے اور ان سے استمداد یا مصائب میں

رہنمائی کا ذکر نہیں ملتا۔ سو اُمت محمدیہ ﷺ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اجرام سماوی سے کوئی عقیدہ وابستہ کرنا حرام ہے، اس طرح نجوم دراصل کو ذریعہ معاش بنانا بھی ممنوع ہے۔ چونکہ یہ تمام چیزیں مخلوق ہیں اس لئے انسانوں کے مقدر بنانے اور بگاڑنے میں ان کا عمل دخل نہیں ہو سکتا۔

اگرچہ دین اسلام میں نجوم، رمل و جفر پر عقیدہ رکھنے کی ممانعت ہے تاہم ان چیزوں پر غوروفکر کرنے کا دروازہ وا ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں سے کہتا ہے کہ قدرت نے یہ کارخانہ کائنات بیکار نہیں بنایا لہٰذا اس کائنات پر غوروفکر کرو۔ قرآن عظیم میں سینکڑوں مرتبہ غوروفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ چونکہ اسلام کے مخاطب عرب کے بدو تھے اسلئے بادی النظر میں ان کی سمجھ میں آنے والی باتوں کا بار بار ذکر آیا ہے۔ عرب جنہیں ایک ہزار سے زائد کا شمار تک نہیں آتا تھا، اگر ان کے سامنے سیاروں کے فاصلات کا ذکر ہوتا تو وہ دل برداشتہ ہو جاتے۔ تاہم **یعقلون** اور **تعقلون** کا بارہا ذکر ہوا ہے۔ بار بار نوع انسان کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ کائنات پر غوروتدبر کیوں نہیں کرتا۔

رہا یہ مسئلہ کہ جس علم کی بظاہر ہمت شکنی کی گئی ہے وہ اسلام میں مقبول کیوں ہوا۔ سنو، بہت سے علم، مثل، ریاضی، طبیعات، کیمیا، مساحت و نجوم میں اسلام کے علمبرداروں نے نام پیدا کیا۔ کون سا علم ہے، جو مسلمانوں کے ہاں نہیں رہا یا جس میں مسلمانوں نے دلچسپی نہیں لی۔ یورپ والے بھی اس امر کے رمز شناس ہیں کہ مسلمانوں کے علوم قدیمہ کو جلاء ملی۔ یورپ نے مسلمانوں کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے ان علوم کے اسرار و رموز تک رسائی حاصل کی۔

اسلامی تہذیب میں فلکیات سے زیادہ اعتنا ایرانیوں نے کی۔ مامون عباسی کے دور حکومت میں ایرانی عنصر کا غلبہ حکومت کے تمام شعبوں پر ہوا۔ علوم و فنون تو ویسے بھی ایرانیوں کے لئے اجنبی نہ تھے۔ دربار کی سرپرستی نے نجوم و فلسفہ کو پروان چڑھایا۔ علامہ شبلی نے *المامون* میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ کسطرح مامون کے دور میں عراق اور ایران میں علوم و فنون کا چرچہ ہوا۔ مامون نے مراعہ میں رصد گاہ قائم کی، زمین کی پیمائش کروائی، جو آج کے حساب کے قریب قریب تھی۔ *المامون* کے بعد ایران اور خراسان کے کچھ حصے خود مختار ہو گئے، چنانچہ سامانیوں، صفاویوں، آل بویہ وغیرہ نے علوم وفنون کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ شعرو شاعری کے علاوہ دربار میں منجم کا باقاعدہ عہدہ قائم ہوا۔ چونکہ اس زمانے میں ایک شخص مختلف علوم و فنون کا ماہر ہوا کرتا اس لئے بسا اوقات ایک شخص منجم، طبیب اور مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر اور فلسفی بھی ہوا کرتا تھا۔

بوعلی سینا، فارابی ،عمر خیام، امام رازی اور الغ بیگ سمرقندی کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے عہد کا وحید عصر شمار ہوتا ہے۔ بو علی سینا کی شہرت طبیب کی حیثیت سے ہوئی حالانکہ وہ ایک مایہ ناز ہیئت دان بھی تھے۔ فارابی موسیقی کے لیے شہرت رکھتے ہیں، باوجود یہ کہ وہ کئی علوم میں سند امتیاز رکھتے تھے۔ عمر خیام کی شہرت، رباعی گوئی حیثیت سے زیادہ ہے، علم کے پایہ شناس جانتے ہیں کہ وہ ملک شاہ کے منجم اور فلکیات دان تھے۔ ان کا کیلنڈر اور زیچ ملک شاہی آج تک مشہور ہے عمر خیام نے شمسی سال کے دنوں اور ساعات تک کا دقیق حساب بڑی مہارت اور جامعیت کے ساتھ کیا تھا۔ یہ زیچ چار سال کی محنت شاقہ سے تیار ہوا تھا۔ موجودہ کلینڈر ۳۳۳۳ سال مین مذکورہ فرق ظاہر کرتا ہے۔ (جبکہ خیامی تقویم میں یہ فرق بڑے عرصے میں ظاہر ہوتا ہے) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمر خیام کی تقویم گریگوری سے زیادہ جامع اور واضح تھی۔ ۱۰ عمر خیام کی خدمات کے پیش نظر چاند کے ایک کریٹر (crator) کا نام خیام کریٹر رکھا گیا ہے۔

الغ بیگ سمرقندی کا دور اسلامی علم فلکیات کا نقطہ عروج تھا۔ الغ بیگ مرزا شاہ رخ کا بیٹا اور تیمور لنگ کا پوتا تھا۔ ان کی ولادت ۱۳۹۴ء میں مملکت ایران میں ہوئی، وفات کا سال ۱۴۴۹ء ہے۔ اس قابل فخر شہزادے نے اوائل عمر ہی میں فلکیات سے شغف رکھا۔ باپ کی وفات کے بعد وہ سمرقند کا سلطان تسلیم ہوا۔ الغ بیگ نے سمرقند میں ایک بڑی رصد گاہ قائم کی جو اپنے زمانے میں فلکیات کا سب سے بڑا مرکز بن گئی۔ الغ بیگ کی خدمات کو علم فلکیات سے شغف رکھنے والے ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ اس نے اپنی مرتب کردہ جدول میں (ایک ہزار بائیس) ستاروں کے کوائف درج کئے ہیں۔

الغ بیگ حافظ، عالم اور مناظرہ باز ہونے کے ساتھ ساتھ بے نظیر ہیئت دان بھی تھا۔ افسوس کہ یہ عدیم المثال فلکیات دان اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کا علم نجوم بے وقت موت کی پیش گوئی نہ کر سکا تاہم وہ دفتر فلکیات میں اپنا نام سنہری حروف میں رقم کر گیا۔۱۱

چونکہ پشتونوں کی تہذیب دراصل وسط ایشیا کی تہذیب ہے، خصوصاً ایران کے علوم و فنون کا اثر پشتو زبان و ادب پر واضح اور ظاہر ہے۔ ہمارے مقالے کا مرکز خوشحال خان خٹک پشتو زبان کے عالم وشاعر ہونے کے ساتھ ساتھ باعمل اور باکردار سپاہی بھی تھے۔ ان کی ہمہ جہت شخصیت پر گو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن دیگر پشتون شعراء میں ان کی وجہ امتیاز، ان کا علم فلکیات بھی ہے۔ پشتو شعروادب میں، خوشحال خان خٹک کا علم فلکیات اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کے بعد کئی شعراء نے رسماً علم فلکیات کی چند اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ تاہم وہ خوشحال خان خٹک کے معیار و کردار تک کب پہنچ سکتے ہیں؟ مختصر یہ کہ خوشحال خان خٹک پشتو علم و ادب کے گل سرسبد ہیں۔

خوشحال خان خٹک کا علم فلکیات

خوشحال خان خٹک رسمی علوم وفنون کے رمز آشنا تو تھے ہی مگر انہیں کائنات، فطرت اور قدرت کے تمام مظاہر سے دلچسپی کا وہبی علم بھی حاصل تھا۔ انہوں نے اپنی نظم و نثر میں اپنے علم و ہنر کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ ان کے افکار و نظریات پر خود علامہ اقبال نے قلم اٹھایا تھا۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ انکے شعر میں متنبی کی جھلک پاتے ہیں۔ جن لوگوں نے زمانہ جاہلیت کے شعراء کو پڑھا ہے اور بعد ازاں متنبی کے معجزہ قلم دیکھا ہے، وہی خوشحال خان کے پایہ شناس ہو سکتے ہیں۔

متنبی سینکڑوں سال سے درس نظامی کا حصہ رہا ہے۔ متنبی کے ہاں بھی صحرا کے نظاروں اور آسمان کی بیکراں وسعتوں کا ذکر نہایت دلآویز انداز میں ملتا ہے۔ متنبی کا اثر خوشحال خان کی شاعری پر گہرا نظر آتا ہے۔ اگر چہ ہمارے اس ہمہ جہت شاعر نے مشرقی شاعری کے تمام گھاٹوں کا پانی پیا تھا مگر متنبی ان کے مزاج و میل سے زیادہ لگا کھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خوشحال خان خٹک پر انکا اثر ہونا بدیہی اور لابدی تھا۔ متنبی فرماتا ہے،

وتنکر موتهم وانا سهیل

طلعت لموت اولا دالزنا [۱۲]

ترجمہ: کیا تو ان حاسدوں کے مرنے کا انکار کرتا ہے۔ حالانکہ میں سھیل ستارہ ہوں، جو اولا دزنا (برسات کے کیڑے مکوڑے) کی موت کا پیغام ہوتا ہے۔

خوشحال خان خٹک نے تین مرتبہ اس مضمون کو ادا کیا ہے۔ مثلا

(۱) سھیل نکل آیا ہے، وقت شکار کا آغاز ہے۔ میرے حاسد اور مدعی پردار کیڑوں کی طرح جلد فنا ہو جائیں گے۔ *کلیات خوشحال*، ص ۴۲۷

(۲) تحویل میزان کے وقت، زمستان آجاتا ہے۔ زمستان کا جھنڈا، سھیل کا ستارہ ہے، اے ستارہ یمانی خوشحال تیرا قدرشناس ہے *کلیات*، ص ص ۵۹۰-۵۹۱

(۳) میرا مدعی اندھیری رات کا جگنو تھا۔ میں نے سھیل کی مانند ظہور کیا، تو وہ فنا ہو گیا۔ *کلیات*، ص ۵۴۳

ایک اور مقام پر متنبی اپنی فخریہ نظم میں کہتا ہے۔

انا صخرة الوادی اذا ما ذوحمت

واذا نطقت فاننی الجوزآء [۱۳]

ترجمہ: میں استحکام وثبات میں وادی کی چٹان ہوں ۔وادی کا سیلاب میرے کناروں پر سر ٹپکتا رہتا

ہے اور جب میں بات کرتا ہوں تو میری مثال جوزا کی ہے۔(جوزا کی مانند بلندی پر ہوں، تو میری پیدائش جوزا کی ہے)۔

خوشحال خان فرماتے ہے۔

یہ کام خاص لوگوں کا ہے، جو فرقدین (دوستارے) پر نظر رکھتے ہیں۔

جب عشاکے وقت یہ ستارے، قطبی ستارے کے قریب ہوں، تو جاننا چاہیئے کہ جوزا گزر گیا۔
(کلیات، ص ۶۹۸)

جوزا اصل میں دوستاروں کا نام ہے، جس کی وجہ سے برج جوزا کا نام پڑگیا۔فارسی مہینہ خورداد کے برابر ہے، جو ۲۲مئی سے ۲۲ جون تک مانا جاتا ہے۔

متنبّی چوتھی صدی ہجری کا شاعر و عالم تھا، وہ زیادہ عرصہ فارس میں رہا، علوم رسمیہ اس نے کوفہ میں حاصل کئے، تمام عمر رزم و پیکار مداحی میں گزار دی تھی۔ خوشحال خان کی شخصیت کا یہ پہلوا سے متنبّی سے ممتاز بناتا ہے کہ اس نے تمام عمر کسی کی مدح نہیں کی۔ وہ خود کہتا ہے کہ میرے زمانے میں کوئی ممدوح نہیں ہے۔ سب قابل ذم ہیں، اس لئے مذمت بہت کرتا ہوں۔

متنبّی اور خوشحال خان کا تقابل ہمیں اپنے موضوع سے دور لے جائے گا لہٰذا مقصد کی طرف آتے ہیں۔

خوشحال خان خٹک کےکلیات میں کم و بیش اٹھارہ ہزار اشعار ہیں۔ اس میں جابجا علم و حکمت کے موتی بکھرے پڑے ہیں۔ دیگر علوم کی طرح فلکیات سے دلچسپی کے موضوعات بھی ہیں۔ ان کی کلیات سینکڑوں کی تعداد میں ہیں چونکہ وہ عربی اور فارسی زبانوں پر حاوی تھے اسی وجہ سے بعض اوقات وہ پشتو نوں کو سمجھانے کے لئے /دق نکات کا پشتو زبان میں ترجمہ کر چکے ہیں، چنانچہ ایک قطع میں، فارسی و عربی مہینوں (بروج) کا ترجمہ پشتو میں کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

عربی	فارسی	پشتو
حمل، ثور	فروردین، اردی بہشت،	ورے، غوچکے
جوزا، سرطان	خرداد، تیر	چینور، گنی، کبر
اسد، سنبلہ	امرداد، شہر یور،	وگے، زمرے
میزان،عقرب	مہر۔ آبان۔	تلہ۔لڑم
قوس، جدی	اُردی۔	لیندہ۔ ورغومے

دلو،حوت | بہمن۔اسفندیار | بوکہ۔ ماھے

(ارمغان، ص۷۲۵)

خوشحال خان خٹک کے دیوان میں مناظر فطرت کے ساتھ ساتھ موسموں کے تغیر و تبدیلی پر تبصرہ بھی ملتا ہے۔ مثلاً وہ ۱۰۸۱ھ کے موسم کی بات کرتے ہیں ''سال کا عدد غفا(۱۰۸۱) ہے۔ کابل سے لیکر اٹک تک زبردست برفباری ہوئی ہے۔ شکر ہے،کہ خشک سالی ختم ہوئی، آنے والا سال سرسبز و شاداب رہے گا۔'' (ماہ دلو میں یہ برفباری ہوئی اور سال کا تاریخی، لفظ غفا۱۰۸۱ھ ہے)ارمغان، ص ۷۴۸۔

خوشحال خان خٹک عقید تا سیدھے سادے مسلمان تھے، ان کا عقیدہ ستاروں پر نہیں تھا تاہم وہ ستاروں کی تاثیر کے قائل تھے، اپنے علم کی بناء پر بعض باتیں ان کے مشاہدہ میں آئیں۔ فرماتے ہیں:

جو تمہارے گھر پیدا ہو جائے، اس کی برائی تمہاری طرف آئے گی۔ لوگوں کی طبیعت پر ساعات کا اثر ہوتا ہے، اچھوں سے برے پیدا ہوتے ہیں۔ اور بُروں سے اچھے، نو فلک اور چار عناصر کے اسرار کسی کو معلوم نہیں، گویا یہ ایک سمندر بیکراں ہے اور یہ افلاک (ابا)اور یہ عناصر (امھات)ادراک سے باہر ہیں۔ تمام مظاہر خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں چپ رہو اے خوشحال: اس سے آگے مت بڑھ۔'' ارمغان، ص۸۲۴۔ اس قطعہ میں کئی نکات ہیں۔

۱۔ اگر تم خوش طالع ہو، تو تمہاری اولاد کی بد طالعی تمہاری طرف لوٹے گی۔

۲۔ لوگوں کی طبیعت پر ساعات کا اثر ہوتا ہے۔

۳۔ نوافلاک اور عناصر اربعہ اپنے کام میں مشغول ہیں،مگر انسان ان کے اسرار جاننے سے قاصر ہے۔

۴۔ اے خوشحال، جو نکات تم نے بیان کئے اس سے آگے مت بڑھو(کیونکہ آ گے تقدیر، اور سعد و نحس، ساعات کی بحث ہے، لہٰذا رک جا)

اپریل کا موسم

ربیع الثانی کا مہینہ، علاقہ میدان میں میرے ورد کا زمانہ تھا۔
یہ سال ہفتہ(۱۰۸۵ھ) کا تھا، تحویل سرطان کا وقت تھا۔
سردی نکلتے جاڑوں کی طرح تھی،فصل جو کی کٹائی
شروع تھی، اور ہولے ہولے اُگ رہی تھی۔ ارمغان، ص ۷۳۲

''جب کونجیں اور مرغابیاں ہندوستان کی طرف جاتی ہیں اور جس وقت پلٹتی ہیں۔ خوشحال خٹک کو دُنیا میں یہی دو موسم اچھے لگتے ہیں۔'' ارمغان، ص ۳۴۱۔

کونجیں اور مرغابیاں اکتوبر، نومبر میں کوہ قاف کی بلندیوں سے ہندوستان کے میدانوں میں آتی ہیں ۔ان پرندوں کے رستے، مردان، صوابی سے لیکر وزیرستان اور ڈیرہ جات تک کی فضاؤں میں ہوتے ہیں۔ ان کی واپسی مارچ اور اپریل میں ہوتی ہے۔

ماہ اکتوبر میں سہیل ستارہ نکلتا ہے۔ اس مہینے سے شکار کا موسم شروع ہوتا ہے۔ مارچ میں پرندوں کے جوڑے بن جاتے ہیں۔ شکار کا موسم ختم ہو جاتا ہے۔نسل کشی کا وقت ہوتا ہے۔ ایک اور نظم میں خشک سالی کا ذکر کرتے ہیں:

''ہنداور خراسان کے اقطاع میں سات مہینے تک بارش نہ ہوئی۔ بالاخر تحویل سرطان کے دنوں میں بارش ہوئی۔ اور اب تک (ماہ اسد) بارش گاہے بگاہے آتی ہے۔ گویا یہ سال لوگوں کیلئے مبارک ہے۔ اس لئے میں نے اس سال کا نام رحمت تم (۱۰۷۸ھ) رکھ دیا ہے۔' *ارمغان*، ص ۶۹۰۔

سورج کے برج سنبلہ میں داخل ہونے کے آٹھویں دن دو چیزیں رونما ہو جاتی ہیں۔

ا: دریائے سندھ کی طغیانی بیٹھ جاتی ہے۔۲:پسینہ خشک ہو جاتا ہے

یہی زمستان کا آغاز ہے۔ دھان کے کھیتوں میں بالیاں آجاتی ہیں۔ غلے کی آمد کی امید بندھ جاتی ہے۔ اس موسم میں شکاری کی ہوس جاگ اٹھتی ہے۔وہ پہاڑوں کا رخ کرتا ہے۔کونجوں کے آنے کا یہی موسم ہے۔ نزدیک اور دوران کی ڈاریں نظر آجاتی ہیں۔

چونکہ خوشحال خان خٹک مشتاق شکاری تھے، باز پالنا باز سدھارنا ان کا مشغلہ تھا۔ شکار وہ ہر طرح کا پسند کرتا تھا۔ تیرو تفنگ اور بازوشاھین کے ذریعے۔ شکار کھیلنا ان کی عادات میں شامل تھا۔ شہزادہ معظم کے شکار کا احوال تاریخ مرصع میں درج ہے۔ اسی شہزادہ سے خوشحال خان خٹک کے دوستانہ مراسم تھے۔ اگرچہ شہزادہ عمر کے لحاظ سے خوشحال خان خٹک کے بیٹوں کے برابر تھا، تاہم شکار میں خوردی و بزرگی سب برابر ہو جاتی ہے۔

چونکہ شکار کی چینک ایسی شے ہے کہ چھٹائے نہیں چھوٹتی اور شکاریوں کا پسندیدہ موسم سرما ہوتا ہے۔ سرما کا آغاز اکتوبر اور نومبر سے ہوتا ہے۔ خوشحال خان خٹک نے متعددبار اس موسم دل پذیر کا ذکر بڑے موثر پیرائے میں کیاہے۔

موسم گرما کی تعریف خوشحال خان کے ہاں نہیں ملتی۔ البتہ وہ تیراہ (یاغستان) FATA کے متعلق کہتا ہے۔''کہ تیراہ میں چند مہینے گرما کے اچھے ہیں جبکہ سرما کے ورود کے ساتھ علاقہ تیراہ میں رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔''

''اگر تجھے ٹھنڈا پانی پینے کی ہوس ہے، تو تیراہ جاؤ، وہاں آپ کو جنگل ملے گا جس میں پہاڑی درخت کثرت سے ہیں۔تیراہ میں پہنچنے کے لئے کئی پہاڑ عبور کرنے پڑتے ہیں۔ یاد رکھو: تیراہ میں ماہ جوزا، ماہ سرطان اور ماہ سنبلہ یہ تین مہینے، خوشی اور خوشحالی کے دن ہوتے ہیں۔تحویل سنبلہ کیساتھ تیراہ سے بھاگنا چاہیئے، وہاں کی سردی نا قابلِ برداشت ہوتی ہے۔سوبھاگو۔'' *ارمغان، ص ۴۷۰۔*

خوشحال خان خٹک ہندوستان کی حدود میں پیدا ہوئے تھے۔مگر وہ مزاجاً ایرانی تہذیب کے دلدادہ تھے۔ چونکہ سارے پشتون وسط ایشیا کی ثقافت میں رنگے ہوئے ہیں اور نسلاً بھی یہ لوگ آریائی ہیں۔ اگرچہ کچھ مورخین نے انہیں سامی النسل بھی کہا ہے۔مگر حق یہ ہے کہ انہیں ایرانی تہذیب کے اثرات سے جدانہیں کیا جاسکتا۔خوشحال خان خٹک کی شاعری اور عادات و اطوار میں یہ پہلو بہت نمایاں ہے۔

نوروز

ایران میں شمس تقویم کا پہلا دن ہے، اسے روز بزرگ بھی کہتے ہیں۔بیشتر مرکزی ایشیائی اقوام میں اس دن کے منانے کا رواج پایا جاتا ہے۔ ایران اور افغانستان میں یہ ساسانیوں کے عہد حکومت کا یادگار مانا جاتا ہے۔عید نوروز وسط ایشیا کا اہم تہوار ہے۔ ہمارے شاعر اور فیلسوف نے بہت سے اشعار میں نوروز کا ذکر کیا ہے،مثلاً

۱۔ اے مطرب میری یہ غزل نوروز کے دن گاؤ، تمہاری آواز سُن کر بلبلیں خاموش ہوجائیں گی۔ *کلیات، ص ۴۲۔*

۲۔ نوروز کے بارہویں دن بارش ہوئی، لوگ بدحواس تھے، مگر اب خوش ہیں، اس سال کو میں نے غفط،(۱۰۷۹ھ) کا نام دیا ہے۔*ارمغان، ص ۷۳۶۔*

۳۔ آج مجھے پھر وہ مہوش نظر آئی، اس کی پوشاک کو دیکھ کر، نوروز منانے والے شرمندہ ہو جائیں گے۔*ارمغان، ص ۵۹۸۔*

۴۔ آجا : مطرب نوروز کی موسیقی سے محفل کو گرماؤ، رباب چنگ ونے کے دلدوز نغمے شروع کردو۔*ارمغان، ص ۳۹۳۔*

علم نجوم

علم فلکیات اور علم نجوم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ برصغیر میں فلکیات دانی کے ساتھ ساتھ ستارہ شناسی کا علم بھی ایران سے آیا۔ اگرچہ جیوتش کا سراغ رگ وید میں بھی ملتا ہے۔مسلمانوں کے ورود کے

ساتھ یہ علم ہندوستان کے علوم کا سرتاج بنا۔ ہر شہزادہ کی پیدائش پر اس کی جنم پتری بنانا۔ عروج وزوال اور قدرتی آفات و حادثات میں منجموں کی پیش گوئیاں اس زمانے کی نفسیاتی مزاج کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

سلطنت غزنہ کے زمانے میں البیرونی مغربی پنجاب آئے، وہ اپنے زمانے کے منجم اور ہیئت دان تھے۔ اسی زمانے میں خراسان میں، عمر خیام کی ستارہ شناسی اور حساب شناسی کا غلغلہ بلند تھا۔ مرزاشاہ رخ کے بیٹے الغ بیگ سمرقندی کی فلکیات دانی سے شغف کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اسی الغ بیگ کے ذرابعد ظہیر الدین محمد بابر، ہند کے تاج و تخت کے مالک ہوئے۔ ہمایوں بادشاہ اسی اولوالعزم بادشاہ کے چہیتے بیٹے تھے۔ ہمایوں نے اپنی مسافرت کے دوران، ایران میں بھی، فلکیات کا مشاہد ہ جاری رکھا۔ کرہ واضطراب کو جدانہ ہونے دیا۔

ہندوستان کے تاج وتخت کے حصول کے بعد وہ اور بھی علم فلکیات میں منہمک رہے۔ یہاں تک کہ ان کی وفات، ستاروں کے مشاہدے سے واپسی کے دوران ہوئی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اس کا پاؤں پھسلا، گرکرفوت ہوئے۔ کسی نے تاریخ وفات کہی ہے۔

معلوم نہیں کہ خاندان غلامان اور پشتون بادشاہوں کے زمانے میں علم فلکیات کا کیا حال رہا۔ بہر حال یہ روایت زندہ رہی۔ اکبر، جہانگیر، شاہجہاں اور عالمگیر تک زائچہ نویسی اور جنم پتریاں بنانے کا عمل جاری رہا۔ چنانچہ دور مغلیہ کی تواریخ اس قسم کی پیش گوئیوں سے بھری پڑی ہیں۔ دور مغلیہ کے دم واپسیں میں مومن خان مومن اردو اور فارسی کے معتبر شاعر اور مرزاغالب کے دوست گزرے ہیں۔ ان کی پیش گوئیاں آب حیات میں درج ہیں۔ یہ شاعر اور منجم ستاروں کے مشاہدہ کے وقت چھت سے گر کر جان بحق ہوا۔ خود ہی اپنی تاریخ وفات کہی تھی۔

دست و بازو، بشکست ۱۲۰۲ھ

عہد اورنگزیب مغلوں اور پشتونوں کی کشمکش کا نقطہ عروج تھا۔ اس دور میں خوشحال خان خٹک کے ہاں ایک بیٹا تولد ہوا۔ خوشحال خان نے اس کی پیدائش کے پیش نظر اس کا نام بہرام خان رکھا۔ بہرام فارسی میں مریخ سیارے کا نام ہے۔ مریخ جنگ کا دیوتا شمار ہوتا ہے۔ ہندی میں اسے منگل دیوتا کہتے ہیں۔ اسی فرزند کے ہاتھوں خوشحال خان خٹک نے بہت سی تکالیف اٹھائیں۔ واقعی وہ بھرام ثابت ہو، تمام عمر اپنے باپ اور بھائیوں سے لڑنے میں گزار دی۔ عہد مغلیہ کے بعد بھی زائچہ نویسی جاری رہی۔ چنانچہ علامہ اقبال نے اپنے فرزند ارجمند جاوید اقبال کی جنم پتری بنوائی تھی۔ اگرچہ علامہ

اقبال ستاروں کے کردار کا مقدر میں دخل نہیں سمجھتے تھے مگر معاشرتی روایت کے پیش نظر انہوں نے جنم پتری بنوائی۔ چنانچہ جاوید اقبال اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں۔

''میری جنم پتری میسور کے ایک مشہور منجم (جوتشی) بی-آر-سری نو اس نے ترتیب دی۔ میرے والد انسانی خودی، استحکام کے داعی اور جبریت کے شدید مخالف ہونے کی حیثیت سے میری جنم پتری بنوانے پر رضامند کیسے ہوگئے۔ انہوں نے تو خود فرمارکھا ہے:

ستارہ مری تقدیر کی خبر کیا دے گا　　　وہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں

لیکن بعض اوقات ذاتی محرومیاں ایک خود اعتماد انسان کو ضعیف الا عتقاد بنا دیتی ہیں۔''[۱۴۱]

آگے ہم خوشحال خان خٹک کی ذاتی محرومیوں پر بات کریں گے کہ کس طرح مصیبت کے اوقات میں ستاروں کی گردش پر نظر رکھتے تھے اور اپنے آپ کو کوستے تھے۔

ستاروں کا اثر اور مقدر

اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ خود علمائے ہیئت اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ ستاروں یا سیاروں کے اثرات انسانی مقادیر کیساتھ وابستہ ہیں۔ پرانے زمانے میں سیارے اور ستارے بہت دوردراز، قسمت کی نشانیاں یا ارواح سمجھے جاتے تھے۔ دور بین کی ایجاد نے انسانی توہمات و عقائد کو زبردست دھچکا پہنچایا۔ کلیسا کے ارباب حل و عقد اس امرکو کب ماننے والے تھے۔ آہستہ آہستہ ذہنوں میں انقلاب آتا گیا۔ زمین بیضوی اور مصروف گردش منوائی گئی۔ اس دور جدید میں بھی بعض آوازیں اب بھی زمین کو مفردش مطلق بنا رہی ہیں۔ حالانکہ وہ بیضوی ہے۔ ستارے اور سیارے بڑے بڑے مادی اجسام ہیں۔روحانی طور پر ان کے اثرات انسانی اذہان و تقدیرات پر مراتب نہیں ہو سکتے۔ باوجود اس حقیقت ثابتہ کے دنیا کے ہر گوشے میں، ہر بازار کے فٹ پاتھ پر، نجومی اپنی بساط بچھائے بیٹھے ہیں۔ تیسری دنیا کو تو چھوڑ یئے، نیویارک اور لندن جیسے شہروں میں نجومیوں کی گرم بازاری کو دیکھ کر ہوشمند حضرات دنگ رہ جاتے ہیں۔جوعلم وعقیدہ انسان نے ہزاروں برس میں سیکھا ہے وہ سینکڑوں سال تک تو رہے گا۔ خوشحال خان خٹک خود تو ستاروں کے اثرات خصوصاً تقدیر کی حد تک ماننے والے نہیں تھے۔ البتہ ناکامیوں اور بد قسمتی کے دنوں میں وہ ضرور ستاروں کے برے اثرات کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ ان کے بیٹے بہرام نے انہیں بڑے دکھ دیئے تھے۔ ان کے دیوان میں، بہرام کی زبردست ہجو پائی جاتی ہے۔ کئی نظموں میں سے ایک نظم ایسی بھی ہے۔ جس میں سعدونحس ستاروں (سیاروں) کی بحث میں وہ کہہ گئے ہیں:

۱۔ مریخ (بہرام) ستارے کی پیدائش لوگ شوخ، بے باک، تباہی آور اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔
۲۔ زہرہ ستارے کے زائدہ خوش و خرم و کامیاب رہتے ہیں۔
۳۔ نحس و سعد سات ستارے ہیں۔ ان سے آگے اور بھی ہیں۔
۴۔ جس ستارے کے طالع پر جو کوئی پیدا ہوتا ہے، وہی اثرات دُنیا میں اس پر مرتب ہوتے ہیں۔ کلیات، ص ۶۵۔

دورحاضر کے ایک منجم، سعدونحس اثرات کے متعلق لکھتے ہیں:

۵۔ یہ ستارے کسی فزیکل نیچر پر حکومت نہیں کرتے بلکہ بغیر دلیل کے جذبات انسانی کو تقویت دیتے ہیں۔[۱۵]

خواجہ حافظ شیرازی بھی ان تاثیرات کے قائل تھے۔

بگیرمہ چھرہ ای و قصہ مخوان که سعد و نحس ز تاثیر زهره و زحل است

ترجمہ: مہوشوں کو اپنی گود میں بٹھاؤ، باتیں نہ بناؤ، سعدونحس کی باتیں زہرہ اور زحل کے ساتھ منسلک ہیں (زحل و عطارد و مریخ اپنی نحوست کے لئے مشہور ہیں)۔ خوشحال خان خٹک اپنی کسی محبوبہ کے وصال کے متعلق کہتے ہیں

''تم اس دور میں آئے ہو، اور یہ طالع مشتری کا دور ہے۔ خدا تمہارے کوکب قسمت کو ہمیشہ رخشندہ رکھے۔'' کلیات، ص ۴۹۶۔

مولانا غالب نے کہاہے:

قاطع اعمار ہیں اکثر نجوم وہ بلائے آسمانی اور ہے

کاشف البرنی نے اپنی متذکرہ کتاب میں اثرات سیارگان کی دلیل اس حدیث سے دی ہے۔

(ترجمہ) تمام کام اپنے اوقات کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔

ان برے اثرات کی تاثیر ہماری تہذیب پر بھی پڑی ہے۔ انگریزی میں لفظ Disaster (ڈزاسٹر) کے معنی منحوس ستارہ کے ہیں جبکہ Lunatic کے معنی چاند کا مارا ہوا ہیں۔ اردو میں نیک اختر، بداختر، اخترسوختہ، اختر زدہ کے معنی معلوم و مبرہن ہیں۔ علم نجوم میں سیارے اور ستارے کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ خوشحال خان خٹک پر دو مصیبتیں بڑی بھاری پڑی تھیں:

۱۔ بہرام کی شورش و سازش
۲ مغلوں کی اسارت (قید، اسیری)

بہرام کے متعلق ان کے فرمودات تو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اب آیئے مغلوں کی اسارت کی طرف۔

نحوست ستارہ گان اور قید و بند

۱۶۶۷ء میں اورنگزیب عالمگیر کے صوبیدار پشاور کے حکم پر خوشحال خان خٹک پابجولاں، سفرِ ہند پر روانہ ہوئے۔ لاہور سے آگرہ، اور آگرہ سے قلعہ رنتھمبور تک سفر خوشحال خان خٹک کی زندگی کا تلخ ترین تجربہ تھا۔ چونکہ وہ پشتو نخوا کے نواب اور جاگیردار تھے۔ چشم فلک نے کوہستان روہ کے اس شہریار کو پابجولاں میں بھی دیکھا۔ اس کو خوشحال خان خٹک بلاوجہ قرار دیتے ہیں۔ اپنی قید کے اسباب اسیری میں حرکات فلکی کے نا موافق ہونے کا ذکر یوں کرتے ہیں:

''دن جمعے کا تھا اور میرا سفر مغرب کی طرف تھا۔ رجال الغیب کے سامنے سے سفر کرنا پڑ رہا تھا، افسوس کہ مجھے اس کا خیال نہیں رہا۔' *ارمغان*، ص ۷۶۳۔

آگے ہم رجال الغیب پر بات کریں گے کہ یہ کیا چیز ہے۔

دوران سفر، پنجاب کی سرزمین پر خوشحال خان خٹک نے جو غزل کہی ہے، اس میں بھی فلک کا شکوہ ہے۔

''میرے بیان اور میری نظموں میں وہ باتیں نہیں آ سکتیں جو فلک و ستارہ کی نا موافقت سے پیش آئیں'' *کلیات*، ص ۲۰۵۔

ترکیب بند ذوالقافیتین جو اسیری کے دوران لکھی گئی۔ بند ششم میں شکوہ دوران اور گلۂ فلک شاہکار ہیں۔ اس بند میں، گردش فلک، کو تمام مصائب کا منبع قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح بند نہم میں فرماتے ہیں:

''ان سات آسمانوں کے کام خفیہ ہیں، کسی پر آشکار نہیں۔ آسمان کی بارہ قرارگاہیں (بروج) ہیں۔ کسی جگہ یہ رکتا نہیں'' *ارمغان*، ص ۷۷۱۔

رجال الغیب

خوشحال خان خٹک کی ایک منظوم تصنیف *فضل نامہ* ہے، جو *ارمغان خوشحال* میں شامل ہے۔ اس کتاب میں دینی مسائل و معاشرتی آداب وغیرہ بیان ہوئے ہیں۔ ایک فصل میں رجال الغیب کا تذکرہ کچھ یوں ہے:

''یہ بھی جان لو کہ مجھے شکار اور جنگ سے دلچسپی ہے۔ اسرار جہان کے جاننے والے کچھ پاسبان لوگ ہیں۔ اس دُنیا کے آٹھ گوشوں پر ان کی نگرانی رہتی ہے۔ جب ان کے سامنے سے کوئی

گزرتا ہے، وہ نا کام رہتا ہے۔ ان کو بائیں ہاتھ پر رکھنا چاہیئے یا سفر کے دوران ان کو پیچھے رکھنا چاہیے۔ ان سے استمداد جائز ہے۔ ان کے اطراف ان کلمات میں ہیں۔

کنجغ باشم۔ کنجغ باشم۔ کنجغ بشم۔ کنجغ باشم ۔کنجغ اشم۔' ارمغان، ص ۹۶۳۔

ان چارکلمات کے حروف کا مجموعہ تیس ہے۔ یہ مہینے کے تیس دن ہیں۔ اب خوشحال خان خٹک کی لمبی نظم کی طرف آیئے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ رجال الغیب میرے سامنے تھے اور میں سفر پر روانہ ہوا۔ حالانکہ ان کے سامنے سے سفر کرنا خالی ازخلل نہیں ہوتا۔

رجال الغیب غیر مرئی مخلوق ہیں، جسے ہندی میں یوگی کہا جاتا ہے۔ یہ ہمیشہ مدار میں حرکت کرتے رہتے ہیں۔ ان کی گردش کے دن اور مقامات یہ ہیں:

تاریخیں۔دن	مقام
۱،۹،۱۶،۲۴	مشرق
۳،۱۱،۱۸،۲۴	جنوب مشرق
۵،۱۳،۲۰،۲۸	جنوب
۴،۱۲،۲۱،۲۹	مغرب
۷،۱۵،۲۲	شمال مغرب
۲،۱۰،۱۷،۲۵	شمال
۸،۲۳،۳۰	شمال مشرق ۱۶

خوشحال خان خٹک کے کلمات کا مجموعہ تیس دن بنتا ہے۔ البتہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ رجال الغیب ڈھونڈ نے اور معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور انکو کسی طرح، کس ذریعے سے معلوم کیا جا سکتاہے۔ شاید ان کی نسبت گردش فلکی سے ہے۔ جس کا علم جوتش جاننے والوں کو ہو گا۔ ان آٹھ مقامات کو ہمارے شاعر نے چار مقامات میں جمع کیا۔

عقیدہ نجوم کی ناکامی

ستاروں کو دیوتا ماننے کے دن بھی گزرے ہیں۔ البتہ ان کے نیک و بداثرات پر اب بھی لوگ یقین رکھتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ نجوم کی ایک خاص پوزیشن کے وقت سینکڑوں ہزاروں لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے کام، ان کی تقدیر ایک دوسرے سے الگ کیوں ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ جس طالع پر پیدا ہوئے تھے، اس طالع پر محمود غزنوی بھی پیدا ہوئے تھے(شبلی۔*علم الکلام*) تیمور کو

صاحب قرآن کہا جاتا ہے۔ اس طرح شاہ جہاں صاحب قرآب ثانی تھے۔ یہ دونوں قرآن السعدین میں پیدا ہوئے تھے، مگر دونوں کی عادات و خصائل میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ ہیئت دانوں کی اموات اکثر مشاہدہ فلکی کے دوران ہوتی ہیں، مگر ان کو پتہ نہیں ہوتا۔ سعدی نے اپنی حکایات میں ایک نجومی کا حال لکھا ہے، جو آسمان کی باتیں بتاتا تھا، مگر اس کے گھر میں جو شخص عشق بازی میں مصروف تھا اسے اس کا علم نہ ہو سکا۔ ان تضادات کو دیکھ کر خوشحال خان خٹک اپنی فراغت و خوشحالی کے دنوں میں نجوم کے اثرات کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ وہ اپنے علم کی بنا پر سعد و نحس گھڑی بتا سکتا تھا مگر مشاہدہ میں جو امور آتے تھے، وہ اثرات علم نجوم سے تنفر کیلئے کافی تھے۔

خود کہتے ہیں۔ اگر منجم تجھے کہہ دے، کہ یوم جمعہ تمہارے لئے نحس ہے، اس لئے اس روز نماز کیلئے نہ نکلنا۔ یا طبیب کہہ دے کہ میٹھے سے دور رہو تمہاری صحت کے لئے مضر ہے، تعجب ہے کہ تم ان چیزوں کو مانتے ہو اور قرآن کہتا ہے۔ کہ شراب سے دور رہو تو اس سے نہیں بچتے۔ *ارمغان، ص ۳۸۷۔*

''تمام کام مشئیت اور قسمت پر بناء رکھتے ہیں۔ منجم اور مال ہوائی باتیں بتاتے ہیں''۔ *کلیات ص ۴۸۔*

''جن لوگوں کے دلوں میں توکل اور استحکام کی دولتمندی ہے، وہ نہ خوابوں پر یقین رکھتے ہیں، اور نہ فال نکالتے ہیں۔'' کلیات، ص ۴۸۔

خوشحال خان خٹک کی ایک پوری غزل نجومی کے اعمال کی رو میں مرقوم ہے:

نجومی اگر علم نجوم کے بغیر قدم نہیں رکھتا تو موت، تکلیف اور نا کامی کا منہ کیوں دیکھتا ہے؟
دن رات کی گھڑیاں بنتی ہیں، لوگوں پر اچھی اور بری آتی ہیں۔
بری گھڑی کے شر سے وہ بچ نہیں سکتا، اگرچہ نجومی کو اس کا علم ہو۔
نیک و بد قبضہ قدرت میں ہے۔ بیہودہ باتیں نہ بناؤ، آگے بڑھو۔
مقدر بدلتا نہیں، ہر ایک کو قسمت ازلی ملتی ہے۔
دن رات، سب ایک جیسے نہیں۔ آج کچھ کل کچھ۔
ہر شخص کو وہی ملتا ہے، جو اس کی پیشانی پر مرقوم ہے۔

''خوشحال خٹک کی تقدیر ایک طرف، دوسری طرف پیشانی کی سرنوشت، آگے نہیں معلوم قسمت کیا گل کھلاتی ہے۔؟'' *ارمغان، ص ۴۵۶۔*

ان کے تردیدی اشعار ایک طرف اور دوسری طرف خوشحال خٹک ہم صحبتی کیلئے بھی فلکیات کی سہارا لیتے ہیں۔ اپنے ایک قطعہ میں رقم طراز ہیں:

''اے پسر، جب آفتاب برج سرطان، اسد اور سنبلہ میں ہو، عورت سے دور رہو۔ خوبصورتی پر مت جاؤ، حوروش ہی کیوں نہ ہو۔

برج قوس اور برج جدی کے دنوں میں بھی اپنے آپ کو بچاتے رہو، اور جب بہار کی آمد ہو، تو مجامعت کے دن ہوتے ہیں۔ جب تک نرگس کے پھول ہوں، اسے اپنے آپ سے جدامت کر۔

خود خوشحال خان کا عمل کسی برج یا گھڑی سے وابستہ نہ تھا۔ رجولیت اور شہوت میں اسے قدرت نے بخرہ وافر دیا تھا۔ خود ان کا دیوان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ستر سال کی عمر میں بھی ان کی نیندیں شہوت کی وجہ سے حرام تھیں۔

دم دار ستارہ

خوشحال خان خٹک نے بہت سے ستاروں، سیاروں، شہابوں کا ذکر کیا ہے، حتیٰ کہ دم دار ستاروں میں بھی ان کی دلچسپی تھی۔ ۱۰۷۵ھ میں ایک دم دار ستارے کا ظہور عمل میں آیا تھا اس کا ذکر یوں ہوا ہے:

''اس زمانے میں ایک ستارے کا ظہور ہوا ہے، اس کا زمانہ آتش گز بھر کی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی آسمانی آفت (قحط) آنے والی ہے۔ میں کہتا ہوں قیامت کی نشانی ہے۔ قیامت یہ نہیں تو اور کیا ہے، اورنگزیب کے ہاتھوں شاہجہاں اسیر ہے، جو اس کا باپ ہے۔ اس سال کی تاریخ ''عغر ھ'' ہے''۔ الغرض خوشحال خان خٹک علم نجوم و فلکیات سے بخوبی آگاہ تھے، ان کی تصنیفات میں بہت سی باتیں اور نجوم وہیئت کے نکات بھرے پڑے ہیں۔ ہم نے اس مقالے کی تیاری میں، صرف ان کی منظوم کتابوں سے چیدہ حوالے دیئے ہیں۔ خصوصاً *کلیات* اور *ارمغان خوشحال* جو ہمارے مطالعہ میں تھے۔ رباعیات میں بھی ستاروں کے متعلق بہت کچھ ہے۔ مقالے کی طوالت کے پیش نظر فی الحال اس حصہ کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

مشہور زمانہ شاعرہ سیفو کے ان اشعار پر مقالے کو سمیٹتے ہیں:

The Moon is gone
And the stars set
Midnight is nigh
Time passes on
Alone I lie

ترجمہ:۔

ثریا ڈوب گئی۔
نصف شب قریب ہے،
وقت گزر رہا ہے،
بیت رہا ہے،
ابھی تک،
میں اکیلی لیٹی ہوں۔ ۱۷

حوالہ جات

۱- سید علی عباس جلال پوری، *روایات فلسفہ،* الشال نیپر روڈ، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۱۸۔

۲- سبط حسن، *ماضی کے مزار،* مکتبہ دانیال، کراچی، ۱۹۷۳ء، ص ۱۱۰۔

3- *Gaposchw Payne Cecilia, Introduction to Astronomy*
Pentice Hall England Edition 7th, 1954, p. 3.

۴- حسن سبط، *ماضی کے مزار،* حوالہ سابقہ۔

5- Gaposchw Payne Cecilia, *Introduction to Astronomy*, p. 7.

۶- غلام احمد پرویز، *لغات القرآن الکریم،* ادارہ طلوع اسلام، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۴۔

۷- علامہ علی عبداللہ، *القرآن الکریم* (انگریزی اردو)، شاہ محمد اشرف، انار کلی، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۱۵۔

۸- ایضاً، *سورۃ انعام۔*

۹- علامہ ابن قیم حافظ، *زاد المعاد* (اردو) حصہ چہارم، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۷۔

۱۰- *پیغامِ آشنا* (سہ ماہی) (اردو) مقالہ عمر خیام ہاشمی خادم علی، اپریل تا جون، ۲۰۰۶ء

۱۱- ایضاً، مقالہ الغ بیگ، جنوری تا مارچ، ۲۰۰۹ء۔

۱۲- ابو طیب احمد بن حسین، *دیوان متنبی* (اردو) متنبی، مکتبہ حقانیہ، ملتان، س-ن، ص ۷۔

۱۳- ایضاً۔

۱۴- جسٹس جاوید اقبال، *اپنا گریباں چاک،* سنگ میل پبلیکشنز، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۲۰۴۔

۱۵- الساعات البرنی کاشف ارشد برادرس ہوئیلان، دہلی، ت-ن، ص ص ۱۳-۱۱۲۔

16- Platts John. T, *A Dictonay of URDU*, Classical Hind and English, Sang-e-Meel, Lahore, p. 904.

17- Gaposchw Payne Cecilia, *Introduction to Astronomy*, p. 10.